

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فضیلت

(از: حافظ فیض اللہ ناصر)

اسلام کے جملہ مسائل و فضائل کی دعوت و تبلیغ دراصل ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ ہی ہے۔ کیونکہ بندہ مسلم سے دو ہی چیزیں مطلوب ہیں: اچھائی کا اہتمام اور برائی سے اجتناب۔ اسی چیز کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یہ فریضہ درجہ و استطاعت کے لحاظ سے ہر مسلمان پر ہی عائد ہوتا ہے، خواہ اس کا شمار اہل علم میں ہوتا ہو یا نہیں۔

ذیل میں اس کے فضائل، شروط اور درجات پر بحث کی جائے گی۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے نکالی گئی ہے، تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

نیز فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [التوبة: ۸۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے (یعنی مرد، مردوں کے اور عورتیں عورتوں کی) دوست

ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔“

الْمُؤْمِنَاتُ کے ذکر سے یہ بھی واضح ہوتا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ عورتوں پر بھی عائد

ہوتا ہے اور حسب استطاعت وہ بھی اسے ادا کرنے کی پابند ہیں۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! صاحبِ ثروت لوگ تو بہت ساجرو و ثواب کمالیتے ہیں، وہ ویسے ہی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور اسی قدر روزے رکھتے ہیں جس قدر ہم رکھتے ہیں لیکن وہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں (جبکہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور یوں وہ ہم سے سبقت لے جاتے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ بِهِ، إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ))

”کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے (کچھ چیزیں) نہیں بنائیں جنہیں تم بھی صدقہ کر سکتے ہو؟ یقیناً ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے۔“

[صحیح مسلم: ۶۹۷/۲]

اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ، إِلَّا أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ أَوْ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى))

”بنی آدم کا ہر عمل اس کے حق میں ہونے کی بجائے اس کے مخالف ہوتا ہے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے یا ذکرِ الہی کے۔“

[سنن ابن ماجہ: ۴۱۰۹- سنن الترمذی: ۲۴۱۲]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ))

”تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اسے اس (برائی) کو اپنے ہاتھ سے روکنا چاہیے، اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھے تو زبان سے اور اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو اپنے دل سے ہی (برجائے) اور یہ

”کمزور ترین ایمان ہے۔“

[صحیح مسلم: ۱/ ۶۹]

اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی صراحت فرمائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص طاقت رکھنے کے باوجود ادنیٰ ایمان کو اختیار کرتا ہے تو اس سے گناہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر کوئی زبان سے روکنے یا دل میں بُرا جانے کی ہی استطاعت رکھتا ہے اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق برائی کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس سے گناہ ساقط ہو جائے گا، اگرچہ اس کی بات کو قبول نہ ہی کیا جائے۔

درۃ بنت ابی لہب بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اتَّقَاهُمْ لِلرَّبِّ ، وَأَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ ، وَأَمْرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ))

”جو ان میں سب سے زیادہ پروردگار سے ڈرنے والا ہو، سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والا ہو، سب سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرنے والا ہو۔“

[مسند أحمد: ۶/ ۴۳۲]

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ عزت والا شہید کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((رَجُلٌ قَامَ إِلَىٰ وَالٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَتَلَهُ))

”وہ شخص جو ظالم حکمران کو اچھائی کا حکم دے اور اسے برائی سے منع کرے تو وہ اسے قتل کر ڈالے۔“

[مسند البزار: ۳۳۱۴-مجمع الزوائد: ۷/ ۲۷۲]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وجوب کی شروط:

اس کی تین شروط ہیں:

(۱) اسلام (۲) مکلف ہونا (۳) استطاعت رکھنا

یہ تینوں متفق علیہا شروط ہیں اور وجہ شروط ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:
اسلام:

اسلام کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر درحقیقت اسلام ہی کی اعانت و نصرت سے متعلقہ ایک امر ہے، لہذا کوئی ایسا شخص اس کا عامل نہیں ہو سکتا جس کا اسلام سے تعلق نہ ہو۔
مکلف ہونا:

یہ شرط جملہ عبادات اور تمام احکام کی ادائیگی کے لیے یکساں طور پر لاگو ہے کیونکہ بچہ اور پاگل شخص اس کے مکلف نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ مرفوع القلم ہیں۔
استطاعت رکھنا:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۷۶]

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی گنجائش سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا۔“

اسی طرح نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ ، وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَاتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))

”جس کام سے میں تمہیں منع کر دوں، اس سے اجتناب کرو اور جس کام میں تمہیں حکم دوں، اس پر تم اپنی

استطاعت کے مطابق عمل پیرا ہوا کرو۔“

[صحیح بخاری: ۷۲۸۸۔ صحیح مسلم: ۹/ ۹۷۵]

یہ فریضہ ہر شخص پر واجب ہے:

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

امرو نہی کا یہ فریضہ صرف علماء کرام اور اصحاب مراتب کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ عام مسلمانوں

پر بھی ان کی حیثیت و استطاعت کے مطابق واجب ہے۔

[شرح مسلم للنووی: ۲/ ۲۳]

امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صدرِ اوّل میں عمومی مسلمان اپنے حکمرانوں کو بھی غلطیوں پر تنبیہ کر دیا کرتے تھے اور ان کے خلاف شرع امور پر انہیں زبردستی بھی کر دیا کرتے تھے، جو اس اجماع پر دلیل ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر صرف اصحابِ مراتب کے ساتھ خاص نہیں۔

منکر اور منکر کی شروط

یعنی کون سی شروط پائی جائیں تو وہ کام ”برائی“ کہلائے گا اور پھر اس برائی سے روکنے والے میں کن کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

* بعض نے اس فریضہ کا اہتمام کرنے والے شخص کو عادل ہونے سے مشروط کیا ہے اور یہ کہ وہ فاسق بھی نہ ہو۔ لیکن اکثر ائمہ نے اس موقف کی مخالفت کی ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امر معروف اور نہی منکر ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ جس کا حکم دے، پہلے خود اس پر عمل کرے، اور جس سے دوسروں کو روکے، اس سے پہلے خود باز آئے، ہاں اسے عمل کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے اور اس پر دو چیزیں لاگو ہوتی ہیں: ایک یہ کہ وہ دوسروں کو حکم دے اور دوسرا یہ کہ وہ خود کو بھی اس کا پابند بنائے۔

[شرح مسلم للنووی: ۲/۲۳]

* منکر یعنی برائی کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ فی الفعل برائی ہو، خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ ایسا نہیں کہ صرف بڑی برائیوں سے لوگوں کو روکا جائے جبکہ چھوٹی برائیوں کو اس میں شامل نہ کیا جائے، ہرگز نہیں بلکہ ہر برائی سے روکنے کا حکم ہے۔

* برائی کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ معصیت ہو یعنی اگر بچہ یا پاگل شخص جو کہ مکلف نہیں ہیں، اگر وہ بھی شراب پیئیں گے تو انہیں بھی روکا جائے گا، اسی طرح اگر پاگل شخص زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو روکنا فرض ہے۔
* وہ برائی موجودہ وقت میں ہو رہی ہو، یعنی اگر پہلے سے ہو چکی ہو اور لوگ اس سے بے خبر ہوں تو اسے مخفی ہی رہنے دینا چاہیے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا ہے، تو ایسے کسی کے مستور گناہ کو فاش کر کے اس کی ہتک نہیں کرنا چاہیے۔

- * وہ برائی خود بخود واضح ہوئی ہو، یعنی جاسوسی اور ٹوہ لگا کر اس کا پتہ نہ لگایا گیا ہو۔
- * برائی کے بارے میں یہ بھی شرط لگائی گئی ہے کہ وہ برائی اجتہاد کے بغیر ہی معلوم ہو جائے، یعنی اسے معلوم کرنے کے لیے خود کوشش اور تنگ و دو نہ کی گئی ہو۔

انکار کی کیفیت اور درجات

انکار، یعنی کسی کو برائی سے روکنے میں کیا حکمت اور اسلوب اپنایا جاسکتا ہے؟ اور برائی کے خاتمے کی درجہ بندی کیا ہے؟ اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اور تم جاسوسی مت کرو۔“

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا))

”تم جاسوسی کرو اور نہ ہی ٹوہ لگاؤ۔“

[صحیح بخاری: ۵۱۴۳]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَّبَعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَّبِعُ

اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَّبَعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يُفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ))

”تم مسلمانوں کو تکلیف مت دو اور نہ ہی ان کے رازوں کے پیچھے لگو، کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے

راز کی ٹوہ میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے راز (فاش کرنے) کے پیچھے لگ جاتا ہے اور جس کے راز کے پیچھے اللہ

تعالیٰ لگ جائے، اسے پھر وہ رسوا کر کے چھوڑتا ہے، اگرچہ وہ اپنے گھر کے صحن میں ہی ہو۔“

[سنن الترمذی: ۲۰۳۲]

* معلوم ہوا کہ جاسوسی کرنا، عیوب ٹٹولنا، ٹوہ لگانا اور راز فاش کرنا یہ سب ممنوعات و محرمات ہیں۔ کسی مسلمان کے لائق نہیں ہے کہ وہ ان خصائل رزیلہ سے متصف ہو۔ چنانچہ اسی بات سے یہ امر احاطہ علم میں آتا ہے کہ ظاہر اور موجود برائی کو ہی دُور کیا جائے، مستور اور راز والے گناہ کی جاسوسی کر کے اسے ظاہر کرنا اور لوگوں کو بتلانا یا برائی کے مرتکب کی ہی اصلاح کے لیے اس کے عیوب ٹٹول کر اصلاح کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

* اسی طرح جو شخص لاعلمی کی بناء پر برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہو کہ اگر برائی سے پہلے اسے علم ہو جاتا کہ یہ ممنوع و حرام کام ہے تو وہ اسے کبھی نہ کرتا، تو ایسے شخص کو بہت نرمی اور احسن انداز سے سمجھانا چاہیے، اس کی اصلاح و تربیت کرتے ہوئے شریعت کے منع کردہ امور کی اسے تعلیم دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نرم خوئی کی خصلت مدیحہ کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کے مزید اہتمام کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِظَ الْقَلْبُ لَا نَفْطُوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

”اور اگر آپ تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ (یعنی آپ کے صحابہ) آپ کے گرد سے بھاگ جاتے۔“
حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ صلۃ بن اشیم کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کا تہہ بند اس کے ٹخنوں سے نیچے تھا، آپ کے ساتھیوں نے اسے سختی سے روکنا چاہتا تو آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ میں خود ہی سمجھا لیتا ہوں، پھر آپ نے اس سے کہا: اے بھتیجے! مجھے تجھ سے ایک کام ہے، اس نے کہا: اے چچا! فرمائیے کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تُو اپنا تہہ بند اوپر کر لیا۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اگر تم یہی بات اسے سختی کے ساتھ سمجھاتے تو وہ تمہاری عزت کرنے کی بجائے گالیاں دیتا اور تمہاری بات بھی نہ مانتا۔

* اگر کوئی شخص گناہ کا علم رکھنے کے باوجود برائی کا ارتکاب کرتا ہے مثلاً کوئی غیبت کرنے کا عادی ہو، ٹیکس خور ہو، راشی ہو یا سُود کا لین دین کرتا ہو، وہ جانتا بھی ہے کہ یہ حرام ہے لیکن اس کی حرمت کے رُتبے کو نہیں پہچانتا تو ایسے شخص کو وعظ و نصیحت کی جائے اور اس بارے میں وارد ہونے والی شدید وعید سے اسے روشناس کیا جائے تاکہ وہ اپنے گناہ پر مرتب ہونے والی سخت سزاؤں کا سن کر اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اور اپنے اس حرام عمل سے

توبہ کر لے۔ لیکن اگر وہ پھر بھی اپنے اس قبیح ترین عمل سے باز نہیں آتا اور اسے چھوڑنے میں اس کی عارضی شان و شوکت اور ظاہری عزت داری آڑے آتی ہے تو وہ گویا اپنے لیے جہنم کا سامان تیار کر رہا ہے، وہ دنیا کی حرص اور پیسے کی ہوس میں حرام کا ارتکاب کر رہا ہے جو اس کے لیے موجب عذاب ہے۔ البتہ ناصح کو بھی اپنی کوشش سے مایوس نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ وہ مسلسل نرم اور دھیمے انداز میں اسے وعظ و نصیحت کرتا رہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ صرف یہی کسوٹی اس درجہ کے لیے خاص نہیں بلکہ زیادہ لائق و مناسب بات یہ ہے کہ وہ اسے انکار کے تمام درجات پر پیش کرے کیونکہ وہ شخص (یعنی برائی سے روکنے والا) اپنے مسلمان بھائی کی خیر و بھلائی چاہنے میں خلوص کا جذبہ رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زبان و ہاتھ سے برائی کو روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا لیکن وہ انکار کے مترادف ادنیٰ امور پر قدرت رکھتا ہے مثلاً برائی کو دیکھ کر تیوری چڑھانا، جس سے برائی کرنے والا سمجھ جائے کہ اس کا یہ عمل مکروہ ہے، یا غصے کی نظر سے دیکھنا، ترش روئی سے بات کرنا، یہ سب وہ امور ہیں جن کا بندہ کم از کم درجہ میں اظہار کر سکتا ہے، تو ایسا کرنا بھی اس کے لیے کفایت کر جائے گا اور اس نے گویا اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

* اگر برائی کا مرتکب پند و نصیحت اور نرم و لطیف گفتگو کا اثر نہ لے اور برابر اپنے گناہ پر مُصر رہے بلکہ وہ اسے ہلکا اور معمولی سمجھتے ہوئے استہزاء کا رویہ اختیار کرے تو اس پر سختی برتی جائے، اس کے ساتھ سخت رویہ اپنایا جائے، اس پر غصے کا اظہار کیا جائے، اسے فحش گالیوں کے بغیر عمومی طور پر ان الفاظ میں بُرا بھلا کہا جائے جن میں حقیقت اور سچائی بھی موجود ہو مثلاً اسے فاسق، جاہل، احمق، اللہ سے نہ ڈرنے والا، اپنی جان پر ظلم کرنے والا اور جانوروں جیسا انسان وغیرہ کے الفاظ سے پکارا اور بلایا جائے۔ تاکہ اسے عار محسوس ہو اور وہ جبراً اپنے گناہ سے باز آجائے۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ طریقہ انتہائی دقیق ہے اور اس کا وقت اور محل خاص لوگ یعنی جو عالم باعمل اور لوگوں کی حد سے زیادہ سچے دل سے خیر خواہی چاہنے والے ہوں وہی اس کی پہچان رکھتے ہیں، لہذا ہر شخص کو یہ طریقہ نہیں اپنانا چاہیے کیونکہ جہاں ہمیں اس کے مثبت نتائج کی توقع ہے، اس سے کہیں زیادہ اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں مثلاً وہ دین سے پہلے سے بھی زیادہ بدظن ہو سکتا ہے، ناصح کو گالیوں سے جواب دے سکتا ہے، اگر وہ بااثر اور قادر ہو تو زد و کوب کرنے پر بھی اُتر سکتا ہے۔ اس لیے یہ طریقہ حکمتِ عملی کے ساتھ لاگو کرنا چاہیے کیونکہ مقصود اس سے برائی ترک کروانا ہے نہ کہ اس کی اہانت و تذلیل کرنا۔

* اگر انسان ہاتھ کے ساتھ روکنے اور برائی کو دور کرنے پر قادر ہو تو اسے ہاتھ کے ساتھ ہی روکنا چاہیے لیکن اس کا یہ عمل خالصتاً بہ نیت اصلاح ہو، مثلاً شراب کے پیمانے توڑنا، ساز و موسیقی کے آلات توڑنا، سونے کی انگوٹھی کسی مرد کو پہنے دیکھ کر اس کی انگلی سے اتار کر پھینکنا، اگر کوئی ریشم کا لباس پہنتا ہے تو اس سے اتروا نیا کوئی ریشم کی مسند پر بیٹھتا ہے تو اسے وہاں سے اٹھا دینا، اسی طرح اگر کوئی جنبی حالت میں یا کوئی لہسن و پیاز یا اس کے مثل کوئی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آجائے تو اسے مسجد سے باہر نکالنا۔

* اگر برائی کا ازالہ برائی کرنے والے کی مار پیٹ کے بغیر کسی صورت ممکن ہی نہ ہو تو ایسا بھی کر گزرنا چاہیے لیکن عوام ایسا کرنے کے مجاز نہیں ہیں، اس کے لیے اصحاب مراتب اور اہل منصب لوگ ہی خاص ہیں کیونکہ عام لوگوں کے ایسا کرنے سے فتنہ و فساد پھیلنے کا خدشہ ہے اور ہر کوئی برائی کے نام پر ذاتیات کا بدلہ لینے پر اتر آئے گا۔

(اگلا خطبہ جمعہ کا عنوان اسی سے متعلقہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہ کرنے والوں کی سزا“ ہوگا)

